© rasailojaraid.com

نظرات

گذشتہ شمارے میں ہندی کے حامیوں، بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں ہندی مخالف اُردو دشمنوں کی طرف سے "جیسا کہ مدرار اگشتش نے ان کے لئے اصطلاحی تعریف متعین کی ہے، کھڑی بولی ہندی کے تسلط کی ان کوششوں کا تذکرہ کیا گیا تھا جسے علمی انداز میں پیش کرنے کے مضحکہ خیز رویہ نے انھیں ایسے باور ہوا مفروضوں کی پناہ لینے پر مجبور کیا، جو منطق، تاریخ اور حقائق کی کسوٹی پر ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتے تھے، ان ہی مفروضوں میں سے ایک مفروضہ وہ بھی تھا جس کے تحت تاریخی حقائق کے برخلاف انھوں نے دیوناگری ہندی کو اُردو کی شیلی (اسلوب) تسلیم کرنے کے بجائے اُردو کو ہی ہندی کی شیلی قرار دینے کی حکمتِ عملی اختیار کی تھی، لیکن اس کے ساتھ، اُردو پر جھگڑے کی زبان، غیر ملکی زبان، تقسیم کی زبان، اور ملک دشمن زبان کے ایسے الزامات کا ایک جمگھٹ تیار کر دیا، جس کی موجودگی میں علمی بحث کی گنجائش ہی ختم ہو گئی، اور اُردو والوں کو دفاعی انداز، مجبوراً اختیار کرنا پڑا۔ اور وہ اُردو کو ملکی زبان، حب الوطنی کی زبان اور انقلاب کی خدمت گزار، اور آزادی کی جدوجہد کی زبان ثابت کرنے کے ذیلی اور ضمنی مباحث میں اُلجھ کر، اصل موضوع سے ہٹنے پر مجبور ہو گئے، اور شاید یہی ان لوگوں کا مقصد بھی تھا، کیونکہ اس دفاع اور صفائی کی بحثوں میں، ہندی کے حامیوں کو پوری مہلت اس بات کی مل گئی کہ وہ ہندی ریاستوں میں اُردو کو تعلیم گاہوں، نیم سرکاری اداروں، میونسپل بورڈوں، اور سرکاری دفتروں سے پورے طور پر بیدخل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کردیں۔ اور اس کے بجائے ایک ایسی زبان کو رائج کردیں جس کی ایسی کوئی ڈکشنری ۳۸ برس کی طویل مدت میں بھی مرتب نہیں ہوسکی، جو متنازعہ اور اختلافی نہ ہو، اور جسے مستند اور متفق علیہ خود ہندی والوں نے تسلیم کرلیا ہو۔ نتیجہ یہ ہے کہ سائنسی اور علمی اصطلاحات کی بات تو دور کی ہے، ابھی تک شعبوں اور محکموں کے ناموں کو بھی استقرار حاصل نہیں ہوسکا اور رات دن دیکھنے میں آتا ہے کہ ان کے نام بدلتے رہتے ہیں، اس کے علاوہ مادری زبان کا مسئلہ تھا جس کے بارے میں آج بھی کہا جاتا ہے کہ ہندی ہندوستان کی آبادی کی اکثریت کی زبان ہے لیکن مدرا راکشش نے جو ہندی کے انصاف پسند مصنف اور دانشور صحافی ہیں، ان کھلے الفاظ میں اس دعویٰ کی تردید کی ہے:۔

"کھڑی بولی ہندی مادری زبان تھی، یہ تاریخی حقیقت نہیں ہے۔ کھڑی بولی ہندی، میرٹھ، بجنور کے محدود علاقے میں چند لاکھ لوگوں کی زبان تھی۔ وسط ہند کے باقی لوگوں کی مادری زبان اودھی، برج، بھوجپوری، میتھلی وغیرہ تھیں، جو کھڑی بولی ہندی، اپنی گرامر اور ادائیگی کے لحاظ سے بالکل الگ تھیں، بڑی عجیب بات ہے کہ اتنے کم لوگوں کی مادری زبان ہونے کے باوجود ہندی ملک کی رابطہ کی زبان بن گئی۔ اور اسے لیکر، فاشسٹ اور فرقہ پرست عناصر نے بعد میں ملک کی دوسری زبانوں پر حکمرانی کا خواب دیکھنا شروع کر دیا" (دینک امرت پربھات۔ لکھنؤ)

اور دوسری زبانوں پر حکمرانی کا خواب، حوصلہ افزا بنا اور اس خواب کے حقیقت میں بدلنے کی توقع ہندی حامیوں کے ذہن و دماغ میں پیدا ہوئی تو صرف اس لئے کہ ان کی جارحانہ بلکہ سامراجی طرز کی یورش کے سامنے اردو جیسی مقبول عام اور طاقتور زبان بے بس ہوگئی اور دس برس سے بھی کم عرصے میں شمالی ہندوستان کی ہندی ریاستوں میں اس کا نام نشان مٹ گیا۔ اس غیر متوقع فتح سے حوصلہ پاکر جس میں تقسیم ملک کے نفسیاتی نتائج اور جذباتی ردعمل کا بھی بہت بڑا دخل تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہندی والوں نے دوسرا محاذ پنجاب میں کھولا اور گورمکھی پنجابی زبان، اُردو کے بعد دوسرا نشانہ بنائی گئی۔ گورمکھی پنجابی کے خلاف ہندی کا محاذ بھی اُردو کے مخالف محاذ کی طرح منطق، استدلال، حقائق اور اصلیت سے کوسوں دُور تھا، جہاں اُن ہندوؤں نے جو سو فیصدی پنجابی بولتے تھے اور تحریر و تقریر کا سارا کام اُردو میں کرتے تھے، اپنی مادری زبان ہندی بتا کر پنجابی گورمکھی کو اسی طرح سکھوں کی زبان قرار دیدیا، جس طرح وہ اس سے پہلے اُردو کو مسلمانوں کی زبان قرار دے چکے تھے، اور ہندی کے نام کو دھرم اور فرقہ سے جوڑ کر وہی رویہ اختیار کیا جو وہ اُردو کے معاملہ میں اختیار کر چکے تھے۔

ہندی زبان کو دھرم اور ہندو فرقہ کی عزت سے منسلک کرنے کا حیرت انگیز نتیجہ اتر پردیش، مدھیہ پردیش، بہار اور راجستھان کے بڑے حصہ میں اس صورت میں دیکھنے کو ملا کہ ایسے ایسے ہندو گھرانوں نے، جو اُردو زبان کے ماہروں، شاعروں، اور ادیبوں کے گھرانے کہلاتے تھے، بیک قلم اُردو کو اپنے گھروں سے خارج کر دیا، اور اپنی اولاد کو اُردو تعلیم سے اس طرح روکا، کہ آج سر تیج بہادر سپرو، ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو، مولوی مہیش پرشاد کول، پنڈت دتا تریہ کیفی، اور خود جواہر لال نہرو جیسے مشاہیر کے گھرانوں میں اُردو سے واقف کوئی فرد موجود نہیں مل سکتا، حالانکہ یہ وہ خاندان تھے، جن کا اوڑھنا بچھونا صدیوں سے اُردو بنی ہوئی تھی۔ یہ نام تو ہم نے بطور مثال دیدئے ہیں، ورنہ شہروں سے لیکر قصبات تک کے ان ہندو گھرانوں سے اُردو کے چلن کے خاتمہ کے ثبوت وہاں کے لوگ اپنی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں، جو اُردو کے صفِ اوّلین کے حامیوں اور ماہروں میں شمار ہوتے تھے۔

بالکل یہی صورت پنجاب میں گورمکھی پنجابی اور ہندی کے تنازعہ میں، وہاں کے ہندوؤں نے اختیار کی جنہوں نے ایسی حالت میں کہ وہ ہندی کا ایک لفظ بھی نہیں جانتے تھے، مردم شماری کے وقت اپنی زبان ہندی لکھائی، اور ہندی کی علم برداری میں پیش پیش نظر آئے۔ اس مضحکہ خیز صورت حال پر ناگواری ظاہر کرتے ہوئے پہلے وزیر اعظم جواہر لال نہرو نے کئی بار کہا کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پنجاب میں ہندی پنجابی کا تنازعہ عجیب ہے جہاں ہندی اور پنجابی کے حامی دونوں فریق، اُردو میں جھگڑ رہے ہیں ۔۔۔

اس جگہ پہنچ کر حقیقت کے اس پہلو کی طرف اشارہ کرنا، غالباً نامناسب نہ ہوگا کہ پنجاب کے اس تنازعہ کی بنیاد ۔۔۔ جس نے آگے چل کر سنت فتح سنگھ، بھنڈراں والے اور سنت لونگوال کو پنجاب میں وہ تحریکیں چلانے پر مجبور کیا، جن کے نتیجہ میں پہلے پنجاب کی تقسیم، پنجابی صوبہ کے قیام اور پھر خالصتان کے نعرے تک نوبت جا پہنچی، اور سنہری گردوارے پر فوج کشی اور وزیر اعظم اندرا گاندھی کے قتل کے ہولناک واقعات پیش آئے ۔۔۔ ہندی حامیوں کی اسی جارحیت اور پنجابی گورمکھی کے استحصال کے اسی رویہ کی بدولت پڑی تھی جس نے اُردو کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد پنجاب کا رُخ کیا تھا۔ اگر پنجاب کے لسانی جھگڑے میں ہندی حامیوں کے کردار اور اس کردار کی بدولت پنجاب کی تقسیم در تقسیم کے عمل کو بطور ثبوت پیش کر کے یہ دعویٰ کیا جائے کہ اُردو کے بجائے خود ہندی جھگڑے تقسیم، اور منافرت کی حامل زبان ہے تو ہندی حامیوں کے اس الزام کا کوئی وزن ہی نہیں رہتا جو وہ اُردو زبان پر اسی تعلق سے عائد کرتے ہیں لیکن یہ بحث اور مناظرہ بجائے خود اتنا غیر منطقی اور ایسی بے بنیاد اور غیر حقیقی تفتیحات پر مشتمل ہے کہ ہم اس پر وقت ضائع نہیں کریں گے۔ تاہم ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں بھی اندرا گجرال کمیٹی کے خیالات کو اپنے مافی الضمیر کی تائید میں پیش کر دیا جائے وہ اعتراف کرتے ہیں۔

کسی زبان کو اس کا جائز مقام دینے سے ملک کبھی نہیں ٹوٹتا بلکہ ٹوٹتا ہے تو رابطہ کی زبان کو سامراجی ہتھیار بنا دینے سے، اُردو لانے سے ملک نہیں ٹوٹے گا۔ ہاں ہندی کے حامی جو رویہ اپنا رہے ہیں اس سے ملک ضرور ٹوٹ جائے گا ۔۔۔ (ہندی کے حامی جو رویہ اختیار کر رہے ہیں) اس کے پس پردہ ہندی کی محبت نہیں بلکہ دوسری زبانوں سے نفرت ہے، ملک دوسری زبان لانے سے نہیں بلکہ ہندی کی فرقہ وارانہ طرفداری سے ٹوٹے گا ۔۔۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقت یہ ہے کہ ہندی کی ترویج کے لئے لسانیات کے بجائے فرقہ واریت کو بُنیاد بنا کر ہندی کے حامیوں نے، ایک ایسا جذباتی رویہ اختیار کیا جس کے ہولناک نتائج اس وقت پورے ملک کے سامنے ہیں، صرف ہندی کے تسلّط کے خوف سے، پنجاب میں ہندو سکھ مسئلہ پیدا ہوا، جنوب کی ریاستوں میں، شمال اور جنوب کا فرق و امتیاز پیدا ہوا، اور ہندی کے خلاف ایک ایسی نفرت کی فضا پیدا ہوئی جس نے مرکز اور ریاستوں کے تعلق کا ایک نیا مسئلہ اس طرح پیدا کیا کہ اس میں جتنی شدت پیدا ہوتی جاتی ہے، ہندوستان کی سالمیت کو لاحق خطرہ اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے۔ اور ہندی کے حامی ان لوگوں کے فکر و خیال کے مضرت انگیز پہلو اتنے ہی نمایاں اور واضح ہوتے جاتے ہیں، جنہوں نے ہندی زبان کو فرقہ واریت اور مذہب سے منسلک کرکے اپنے آپ کو اس خیال خام میں مُبتلا کرلیا کہ دھرم اور فرقہ کے نام پر وہ پورے ملک کو ہندی کی حمایت میں متحد کرسکتے ہیں، ان کی خام خیالی کا یہ افسوں، بڑی حد تک، اُس وقت ٹوٹا جب کہ جنوب کی ریاستوں تامل ناڈو، کرالا، اور کرناٹک نے ہندی کے تسلّط کے خلاف کھلی بغاوت کرکے اس کے مقابلے میں انگریزی کو فوقیت دینے کا اٹل رویہ اپنایا اور ہندی کو رابطہ کی زبان سے قبول کرنے کے مطالبہ کو ہندی ریاستوں کے پورے ملک پر تسلّط کے منصوبہ کے مساوی ٹھہرا کر، ۶۶-۶۵ء میں دستوری ترمیم کے ذریعہ اس یقین دہانی کے مطالبہ پر ایسی زبردست تحریک چلائی، جس کی حمایت میں دو درجن سے زائد لوگ سڑکوں پر خودسوزی کرکے ہلاک ہوگئے اور ایک ایسی نازک صورتِ حال پیدا ہوگئی جس میں جنوب کے کانگریسی وزیر بھی استعفے دے کر، تحریک چلانے والوں سے جا ملے۔ یہاں تک کہ پارلیمنٹ کو مجبور ہو کر جنوبی ریاستوں کو، یقین دہانی کرانی پڑی کہ جب تک جنوبی ریاستیں خود اپنی مرضی سے ہندی کو رابطہ کی زبان تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوں گی، مرکز اور جنوبی ریاستوں کے درمیان انگریزی کو رابطہ کی زبان کی حیثیت سے برقرار رکھا جائے گا۔ اس یقین دہانی کی بدولت ہندی کی قسمت پر بظاہر آخری مُہر لگ گئی، کیونکہ اس کے بعد جو برق رفتار سیاسی تبدیلیاں ملک میں آئیں، ان کے نتیجہ میں، کنڑ، ملیالم، تامل، تلگو، بنگالی اور مرہٹی زبانیں علاقائی زبانوں کی حیثیت سے ترقی کرکے، ہندی کے مقابل کھڑی ہوگئیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ان کے مقابلہ میں ہندی زبان کی پسپائی، کا وہ عمل شروع ہوا کہ آج وہ عملی طور پر ایک علاقائی زبان بن کر رہ گئی ہے۔

اب اگر چند جملے، اُردو کے حق میں پیدا ہونے والی اس فضا کے اصل اسباب کے بارے میں بھی اس تحریر میں شامل کر دئے جائیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مختصر جائزہ مکمل ہو جائے گا، جس میں ہم نے ہندی کے جذباتی عروج سے کر اس کے زوال کے آثار ظاہر کرنے والی مدت تک کے دوران مختلف باتوں سے اس کے تصادم اور کشمکش پر ایک اجمالی نظر ڈالی تھی۔ اس ضمن میں اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ حکومتی سطح پر اُردو کے حق میں ایسا کوئی قابلِ ذکر اقدام نہیں کیا گیا، جسے اُردو کے احیاء جدید کے لئے فیصلہ کن قرار دیا جا سکے، یہاں تک وزیر اعظم جواہر لال نہرو تک نے، جنہیں عام طور پر اُردو حلقوں میں ــــــ اور ہندی حلقوں میں بھی ــــــ اُردو کا حامی تسلیم کیا جاتا تھا ــــــ دستور ساز اسمبلی میں ہندی کو رابطہ کی زبان سے اختیار کرنے کی تجویز کی منظوری کے بعد، زبانی طور پر اُردو کی زبوں حالی پر اظہارِ افسوس، اور ہندی جارحیت پسندوں کی طرف سے اُردو کو بے رحمی کے ساتھ پامال کرنے کے اندھا دھند اقدامات پر وقتاً فوقتاً ناگواری ظاہر کرتے رہنے کے سوا عملی طور پر کچھ نہیں کیا، اور پوری مرکزی وزارت میں ایک مولانا ابوالکلام آزاد کے سوا، اُردو کے مستقبل کے تصور سے مضطرب کوئی دوسری شخصیت، ابھی تک نظر نہیں آسکی، جنہوں نے ۱۹۵۸ء کے آغاز میں ایک اُردو کانفرنس کر کے، مرکزی حکومت کو، اُردو کے تعلق سے کسی مؤثر اقدام پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی جو ان کی ناوقت اور اچانک وفات کے سبب نا تمام رہ گئی۔

یہاں تک کہ ۶۵-۱۹۶۶ء کی ہندی مخالف طوفانی تحریک کے دوران ــــــ تامل ناڈو کے لیڈر انا دورائی نے اُردو کے مسئلہ کو پارلیمنٹ میں پوری قوت کے ساتھ اُٹھایا، پارلیمنٹ میں اپنی تاریخی تقریر کے دوران جب انھوں نے، ہندی کے سب سے بڑے علمبردار سیٹھ گووند داس کی موجودگی میں کہا کہ

"ایک جیتی جاگتی، اور مقبول زبان اُردو کا حشر ہمارے سامنے ہے، جسے ہندی سامراج نے ہمارے دیکھتے دیکھتے اپنے وحشیانہ سلوک کے ذریعہ موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھلے ثبوت کی موجودگی میں اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی محض زبانی یقین دہانیوں پہ اعتبار کرلیں تو ہم یقیناً احمق ہوں گے کہ آپ کی باتوں میں آجائیں۔ اس لئے ہمارا ایک ہی مطالبہ ہے کہ آپ اس آگ کو بجھانے کے لئے جو اس وقت پورے جنوب میں لگ گئی ہے، جواہر لال نہرو کی یقین دہانیوں کو قانونی شکل دیدیں ورنہ پورے ہندوستان کا اتحاد اس آگ کی لپیٹوں میں جل کر تباہ ہو جائے گا"۔

تو پہلی بار ہندی کے حامیوں کو اس غلطی کا احساس ہوا، جو انھوں نے اردو کے ساتھ بے انصافی کی صورت میں کی تھی۔ اور جس کی بدولت دوسری زبانوں کے اندر ان کے وجود کو لاحق خطرے کا احساس اس شدت کے ساتھ ابھر آیا تھا کہ وہ ہندی کو محدود کرنے کی دستوری ضمانت کے سوا، کسی دوسری چیز پر مطمئن ہونے پر تیار نہ تھیں۔

بس — یہ وہ فیصلہ کن موڑ تھا، جس کے بعد اندرا گاندھی نے اردو کی حمایت میں نہیں، ہندی کے تحفظ کے مقصد سے، اردو کے خلاف جکڑ بندیوں کی بندش کو ڈھیلا کرنے کی کوشش شروع کی اور اس کا آغاز اس کھلے موقف کے ساتھ کیا کہ

"اردو اسی ملک کی زبان ہے، اور کسی دوسرے
ملک کی زبان ہو ہی نہیں سکتی ——"

۱۹۶۷ء سے ۱۹۸۰ء تک انھوں نے بہت آہستہ روی کے ساتھ پہلے اردو کی ترقی، پھر اردو کے ساتھ انصاف اور پھر اردو کو اس کا جائز مقام دلانے کی مرحلہ وار پیش رفت کے بعد ۱۹۸۰ء میں پہلی بار بہار میں اردو کو سرکاری طور پہ تسلیم کرنے کا قدم اٹھایا اس کے بعد اس معاملہ میں جو تعطل پیدا ہوا وہ ابھی تک جاری ہے۔

© rasailojaraid.com